بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارحمۃ للعالمین

مزارات کے قبّہ جات کا ثبوت

تصنیفِ لطیف

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملّت، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی دامت برکاتہم القدسیہ

ناشر: جماعت رضائے مصطفےٰ

شاخ اورنگ آباد، مہاراشٹر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

امابعد! قبور اولیا پر قبے بنانا اور ان کی قبور کو پختہ بنانا بلکہ بوقت ضرورت عوام کی قبور بھی پختہ کرنا شرعاً جائز ہے۔ قرآنِ مجید، احادیث مبارکہ اور فقہائے کرام کی تصریحات سے ثابت ہے بلکہ جو روایات مخالفین پیش کرتے ہیں وہ بھی ہماری مؤید ہیں۔ اگرچہ وہ ان کا مفہوم غلط بتاتے ہیں۔ ان کے جوابات ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔ اس مختصر رسالہ میں مختصر دلائل عرض کرتا ہوں۔

بیدہٖ التوفیق والصواب

محمد فیض احمد اویسی

مقدمہ

اہلِ قبور کی دو قسم ہیں:

(۱) جن لوگوں نے اپنی حیات میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کے لیے اُن کی یادگار قائم کی جائے۔ ایسے شخص کو زیر زمین دفن کر دینا ہی کافی ہوتا ہے جیسے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو مار کر زیر زمین دفن کر دیا تھا۔ اسی لیے عوام کے لیے ہم اہلِ سنت نہ قبے بناتے ہیں نہ پختہ بناتے ہیں بلکہ قبور کو کھلا رکھتے ہیں۔

(۲) جن لوگوں نے اپنی حیات میں کوئی ایسا کام کیا جس کے لیے آئندہ نسلوں میں ان کی یاد باقی رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ایسے حضرات سے عوام کو روحانی طور پر محبت وعقیدت ہوتی ہے نیز ان سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں اور ان سے توسّل کیا جاتا ہے، اسی لیے ان کے مزارات پر عوام وخواص کا ہجوم رہتا ہے۔ اُن عوام کی سہولت کے لیے کوئی عمارت تعمیر کرنا، ان کے لیے روشنی کرنا علاوہ ازیں عموماً قبور کو اہانت سے بچانا ضروری ہے اور ان کے لیے روشنی کا انتظام کرنا ایک کارِ خیر ہے نیز ان بزرگوں کی قبور کو کھلا رکھنے میں ان کی اہانت وتحقیر بھی ہے حالانکہ ایسی قبور شعائر اللہ میں شامل ہیں اور شعائر اللہ کو اہانت وتحقیر سے بچانا ضروری ہے۔ جب بالخصوص اولیا کرام کے مزارات کی تعظیم وتکریم شعائر اللہ کے حکم میں ہے اور ان کی تعظیم وتکریم یونہی ہوسکتی ہے کہ وہ مزارات محفوظ اور مضبوط ہوں، نیز ان پر قبہ جات اور نہایت مزین ومنقش ہوں اور ہر طرح کی زیب وزینت ہوتا کہ عوام کی نگاہوں میں اولیا کرام کی عظمت وعزت زیادہ سے زیادہ جگہ لے۔ ہمارے نزدیک انبیا کرام واولیا عظام مزارات میں زندہ ہیں، سنتے دیکھتے، جانتے ہیں۔ ان کے مزارات پر حاضری سے مشکلات آسان ہوجاتی ہیں اور وہ ہماری دعاؤں کے وسیلہ ہیں۔ بارگاہِ حق میں ان کی ہر بات سنی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، تمام اس کے محتاج

ہیں لیکن اسے انبیا کرام و اولیا عظام سے اتنا پیار ہے کہ ان کی بات نہیں ٹھکراتا۔ اسی لیے عوام کا مزارات اولیا کرام پر تانتا بندھا رہتا ہے۔ انہی ضروریات کے پیش نظر مزارات انبیا و اولیا پر قبہ جات وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور دیگر اُمور بھی مثلاً غلاف ڈالنا، چراغاں کرنا، مزارات کو سجانا، عرس وغیرہ پر اور بار بار حاضر ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب کے لیے علیحدہ علیحدہ تصنیفات موجود ہیں، یہاں صرف قبہ جات اور ساتھ ہی مساجد کے متعلق دلائل عرض کرتا ہوں۔

لطیفہ} نجدی، وہابی، دیوبندی ان مساجد کو بھی ڈھا دینا ضروری سمجھتے ہیں جو مزارات کے متصل ہوں، گویا یہ بغضِ اولیا میں اسلام کے شعائر کے بھی دشمن ہیں۔

{باب اوّل}

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ○ (پارہ ۱۵، سورۃ الکہف، آیت ۲۱)

اور اسی طرح ہم نے ان کی اطلاع کردی کہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔

فائدہ} اصحاب کہف ایک غار میں جا چھپے اور تین سو نو سال تک اس غار میں سوتے رہے، جس وقت جاگے تو انہوں نے ایک شخص کو شہر میں کھانا لانے کے لیے بھیجا۔ اس عرصے میں کئی بادشاہتیں گزر چکی تھیں اور شہر کی حالت تبدیل ہو چکی تھی۔ اس نے قدیم زمانے کا سکہ جس وقت دکھایا تو اُسے تھانے میں پیش کیا گیا۔ اس سے تمام شہر کے لوگوں کو اصحاب کہف کی خبر ہوگئی۔ تاریخ والوں نے بتایا کہ عرصہ تین سو نو سال کا ہوا ہے (قرآن

مجید میں اس کی تائید موجود ہے) کہ فلاں بادشاہ کے وقت فلاں فلاں لوگ بھاگ گئے تھے اور پھر ان کا پتہ نہیں ملا تھا۔ اسی طرح لوگوں کو اصحاب کہف کے متعلق خبر ہوگئی۔ لوگ دو گروہ بن گئے جن میں جھگڑا تھا کہ کوئی کہتا تھا کہ قیامت آئے گی اور کوئی کہتا تھا نہیں آئے گی اور جو لوگ قیامت کے قائل تھے ان کے اعتقاد کو اصحاب کہف کی بدولت تقویت مل گئی اور سب لوگ کہنے لگے کہ قیامت واقعی ضرور آئے گی۔

استدلال} اصحاب کہف اُن سب لوگوں کے سامنے جس وقت دوبارہ غار میں گئے تو ان کی جانیں قبض ہوگئیں۔ جو باتیں لوگوں نے آپس میں کی تھیں کہ وہ لوگ آپس میں جھگڑتے تھے کہ اصحاب کہف پر کوئی عمارت بنادو تا کہ آئندہ نسل کے لیے یادر ہے کہ اصحاب کہف جو تین سو سال تک غار میں زندہ رہے تھے تو وہ یہ غار ہے جس میں اصحاب کہف ہیں اور اس بات پر سب متفق تھے اور جو لوگ قیامت ہونے کے قائل تھے اور جن کے اعتقاد کو تقویت ملی تھی انہوں نے کہا کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے۔ اس آیت سے ظاہر ہوگیا کہ اگر کسی ولی کے وصال کے بعد اس کی یاد باقی رکھنے کے لیے اُس کی قبر پر عمارت بنائی جائے تو جائز ہے اور ساتھ ہی مسجد بھی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۸۴)

اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بیشک وہ اللہ و رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔

اگرچہ یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے حق میں نازل ہوئی لیکن حکم عام ہے جیسے اُصول کا قاعدہ ہے کہ "العبرۃ بعموم" عموم کا اعتبار ہے۔

استدلال} آیت میں کفار و منافقین کی قبور پر کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے، اس سے باقاعدہ اُصولِ تفسیر ان کے متضاد افراد یعنی اہلِ اسلام کی قبور پر جانے اور وہاں کھڑے ہونے کی اجازت کا حکم ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے "فَزُوْرُوْهَا" ان کی

زیارت کرو۔

یعنی قبور کی اور قبور پر جاتے ہی "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ الخ" کہنے کا بھی حکم ہے، اس سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ قبور پر نہ صرف جانے بلکہ وہاں کھڑے ہونے کا بھی حکم ہے۔ تو خالی کھڑا ہونا تو مطلوب نہیں بلکہ اس میں کچھ کرنا بھی ہے اور وہ وہی ہے جو ہم اہل سنت کا معمول ہے کہ عوام کی قبور پر ان کے لیے قرآن خوانی اور استغفار اور انبیا و اولیا کے مزارات پر اہل مزارات سے دارین کی بہبودی اور فلاح کی دعائیں اور ان سے تبرکات کا حصول۔ چنانچہ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزارات انبیا و اولیا کی حاضری کی علت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد تكون للدعاء لأهل القبور كما ثبت من زيارة أهل البقيع، وقد تكون للتبرك بأهلها إذا كانوا من أهل الصلاح.

(وفا الوفاء بأخبار دار المصطفى، الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة وان لم تتضمن لفظ الزيارة نصا، جلد ۴، صفحہ ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

کبھی مزارات پر اہل قبور کی دعا کے لیے جایا جاتا ہے جیسے اہل بقیع کی زیارت ثابت ہے اور کبھی مزارات والوں سے تبرک کے حصول کے لیے حاضری دی جاتی ہے جبکہ وہ صلحا ہوں۔

اور فرمایا:

قال أبو محمد الشارمساحي المالكي إن قصد الانتفاع بالميت بدعة إلا في زيارة المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم وقبور الأنبياء والمرسلين صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين.

(وفا الوفاء بأخبار دار المصطفى، الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة وان لم تتضمن لفظ الزيارة نصا، جلد ۴، صفحہ ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو محمد شارمساحی مالکی نے فرمایا کہ میت سے انتفاع کا قصد بدعت ہے سوائے

زیارت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیا مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔

مالکی صاحب نے غیر انبیا علیہم السلام یعنی مزارات اولیا کرام سے انتفاع کو بدعت کہا۔ اس کے رد میں امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

وهذا الاستثناء صحيح وحكمه في غيرهم بالبدعة فيه نظر.

یہ استثنا صحیح اور غیر انبیا کے حق میں بدعت کے حکم میں نظر ہے۔

(وفا الوفاء بأخبار دار المصطفى، الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة وان لم تتضمن لفظ الزيارة نصا، جلد ۴، صفحہ ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی استثنا کو ابن العربی نے صحیح لکھا کہ جب اس انتفاع کو صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود کیا تو اس کے رد میں حافظ زین الدین الحسینی الدمیاطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، چنانچہ اسی وفاء الوفاء میں ہے کہ

ثم تعقبه بأن زيارة قبور الأنبياء والصحابة والتابعين والعلماء وسائر المرسلين للبركة أثر معروف.

(وفا الوفاء بأخبار دار المصطفى، الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة وان لم تتضمن لفظ الزيارة نصا، جلد ۴، صفحہ ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کا تعاقب فرمایا کہ قبور الانبیاء و صحابہ و تابعین و تمام انبیا کی زیارت برکت کے لیے اکثر مشہور ہے۔

امام غزالی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا:

كل من يتبرك بمشاهدته في حياته يتبرك بزيارته بعد موته، و يجوز شد الرحال لهذا الغرض.

(وفا الوفاء بأخبار دار المصطفى، الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة وان لم تتضمن لفظ الزيارة نصا، جلد ۴، صفحہ ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

جس بزرگ کی زیارت سے اس کی حیات میں برکت حاصل کی جاتی ہے، اس کے

وصال کے بعد بھی اس سے تبرک حاصل کیا جانا جائز ہے۔ ایسے ہی اسی غرض سے ان کے مزارات کا سفر کرنا بھی جائز ہے۔

انہی وجوہ پر مزارات کی حاضری پر عوام اور مستفیض (فیض پانے والوں) کے لیے مزارات پر قبہ جات اور دیگر سہولتیں ضروری امر ہے۔

اسی آیت کے حکم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کو گرانے کا حکم دیا کہ وہ قبور منافقوں، یہودیوں اور کافروں کی قبروں کو ڈھا دیں لیکن وہابیوں نے اس حدیث کا غلط مفہوم لے کر صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور اولیاے کرام کے قبہ جات ڈھا دیے اور ہمارے ملک و دیگر ممالک میں رہنے والے وہابی بھی یہی چاہتے ہیں۔

اس کی مزید تحقیق آگے چل کر عرض کروں گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ○ (پارہ ۲۲، سورۂ سبا، آیت ۱۴)

پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آیا جنوں کی حقیقت کھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔

فائدہ} حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں سے بیت المقدس کی عمارت بنواتے تھے، جنوں کو حکم دیا کہ میں ایک چلہ کاٹنے لگا ہوں اور خدا کے لیے ایک لمبی عبادت کروں گا اس لیے کوئی شخص میرا مخل (خلل انداز) نہ ہو اور جنوں کو حکم دیا کہ اس اس طرح عمارت بنانا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مکان بنوایا اور اس میں کھڑے ہو گئے اور ایک لکڑی کا سونٹا اپنے ساتھ سہارے کے لیے رکھ لیا اور دروازے کو اندر کی طرف سے بند کر دیا۔ جن سمجھتے رہے کہ سلیمان علیہ السلام زندہ ہیں حالانکہ آپ کا تو وصال ہو چکا تھا، جس سونٹے کے سہارے کھڑا رہے۔ سونٹے کو دیمک نے کھایا، وہ ٹوٹا تو آپ کا جسم زمین پر

تشریف لایا۔ اب جنات کو معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام کا وصال ہو گیا ہے۔ سلیمان علیہ السلام اگر ایسا نہ کرتے تو جنات بیت المقدس کی تعمیر نہ کرتے۔ آپ نے اسی طریق سے بیت المقدس کی تعمیر کی تکمیل کرالی۔ اس سے ثابت ہوا کہ قبور انبیا پر قبہ بنانا سنن انبیا علیہم السلام ہے کیونکہ سلیمان علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اپنے لیے مکان بنا کر سونٹے کے سہارے کھڑے جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور قاعدہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا جہاں وصال ہوتا ہے قبر مبارک وہاں تیار کی جاتی ہے۔ اگر قبر کے اوپر کسی قسم کی تعمیر جائز نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام یہ حکم بھی نہ فرماتے۔ اگر ضرورت تھی تو اپنے کسی مصاحب کو وصیت فرماتے کہ چونکہ قبر پر کسی قسم کی تعمیر جائز نہیں، اسی لیے جب بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہو جائے تو میرے اوپر کی عمارت کو ڈھا دینا۔ اسلام کا قاعدہ ہے کہ سابقہ اُمم کے احکام و مسائل کو جوں کا توں رکھا جاتا ہے، جب تک کہ ان کے لیے صریح ناسخ نہ ہو یا شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی نہ ہو اور قبور پر تعمیر کے احکام کا نہ کوئی ناسخ ہے اور نہ ہماری شریعت کے یہ منافی ہے۔

فائدہ} حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک عرصے تک وصال کے بعد اپنی اصلی حالت میں کھڑا رہنا عقیدۂ حیاۃ الانبیاء میں اہل سنت کی تائید کرتا ہے، ورنہ مخالفین تو کہتے ہیں کہ ہر انسان نبی ہو یا ولی یا عام مرنے کے بعد مٹی ہو جاتا ہے۔

مفسرین کرام} اہل سنت کا مقدس مذہب اسلاف صالحین کے دامن سے وابستگی کا سبق دیتا ہے، اسی لیے ہم اہل سنت قرآن و حدیث کا مطلب از خود بتانے کے بجائے اسلاف کی تفاسیر کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہاں پر چند مفسرین کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

☆ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

أَنَّ الْكُفَّارَ قَالُوا إِنَّهُمْ كَانُوا عَلَىٰ دِينِنَا فَنَتَّخِذُ عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا۔

(تفسیر الرازی، سورۃ الکھف، جلد ۱۰، صفحہ ۱۸)

کفار کہنے لگے کہ وہ لوگ ہمارے دین پر تھے، اس لیے ان کے غار پر ہم بطورِ ان

کی یادگار ایک عمارت بنائیں گے۔

☆صاحب تفسیر قرطبی اسی آیت کے ماتحت لکھتے ہیں:

وروی أن طائفة كافرة قالت نبني بيعة أو مضيفا۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الکہف، جلد ۱۰، صفحہ ۳۷۹)

کفار کے ایک گروہ نے کہا کہ ہم تو اس پر ایک یادگار عمارت یا مہمان خانہ یعنی سرائے بنائیں گے۔

☆اصحاب کہف کے غار پر کفار نے تو ایک یادگار عمارت یا سرائے تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر مسلمانوں نے جو کہ اپنی بات منوانے میں کامیاب ہو گئے تھے کہا کہ ہم تو اس غار پر مسجد بنا کر اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس سے تبرک حاصل کریں گے اور اسی مسجد کے ذریعے سے اصحاب کہف کے آثار ونشانات کی یادگار قائم کریں گے۔

جیسا کہ صاحب تفسیر مظہری نے اسی آیت کے تحت لکھا ہے:

يصلي فيه المسلمون ويتبركون بهم۔

(التفسیر المظہری، سورۃ الکہف، آیت ۲۱، جلد ۶، صفحہ ۲۳)

مسلمان اس میں نماز پڑھتے ہیں اور اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔

☆تفسیر مدارک میں اسی آیت کے تحت مرقوم ہے:

يصلي فيه المسلمون ويتبركون بمكانهم۔

(تفسیر النسفی، سورۃ الکہف، جلد ۲، صفحہ ۲۳۱)

مسلمان اس مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور اس جگہ سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔

☆امام فخر الدین رازی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اہل ایمان نے کہا کہ

نَعْبُدُ اللهَ فِيهِ وَنَسْتَبْقِي آثَارَ أَصْحَابِ الْكَهْفِ بِسَبَبِ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ۔

(تفسیر الرازی، سورۃ الکہف، جلد ۱۰، صفحہ ۱۸۷)

اس مسجد میں ہم اللہ کی عبادت کریں گے اور اسی مسجد کے سبب ہم آثار اصحاب

کہف کی حفاظت کریں گے۔

فیصلہ} قرآن حکیم کی مذکورۃ الصدر آیت واقوال مفسرین سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ مزار کے اوپر تعمیر اور اس کے قرب وجوار میں مسجد کی تعمیر اور اس میں عبادت الٰہی مستحسن ہے ورنہ اللہ تعالیٰ فرما دیتا کہ غار پر مسلمانوں کا کسی قسم کی تعمیر بالخصوص مسجد تعمیر کرنا غیر مستحسن فعل تھا لیکن مسجد بنانے کی ممانعت صراحۃً تو درکنار اشارۃً وکنایۃً بھی ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی لفظی ومعنوی اشارہ اس طرف ملتا ہے۔

{باب ۲}

گنبد نبوی سے قبہ جات اولیا کا ثبوت} حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں آرام فرما ہیں یہی حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ اگر مزار پر تعمیر نا جائز ہوتی تو صحابہ کرام بھی ایسا نہ کرتے۔ اگر کوئی کہے کہ انبیا کرام علیہم السلام کا جہاں وصال ہوتا ہے وہیں مدفون ہوتے ہیں تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ ہم کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے تو پھر شیخین کا ساتھ مدفون ہونا ہمارا مؤید ہے، اسی لیے بوجہ ضرورت شیخین کی طرح دوسرے اولیا کرام کے مزارات پر اگر تعمیرات ہوں تو کیا حرج ہے؟

اگر مزاراتِ مطہرہ پر عمارت مثل قبہ وغیرہ بنانا بدعت وشرک وحرام قطعی ہوتا تو سلف صالحین اُسے علما واولیا کرام کے مزارات کے ساتھ اور فاروق اعظم جیسے جلیل صحابی وزیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے خود مزار اقدس کے ساتھ روا نہ رکھتے۔

قبہ مزار رسول صلی اللہ علیہ وسلم ومزاراتِ خلفا رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر نظر (دیکھنا) عبادت اور اجر وثواب ہے، جیسا کہ المناسک للقاری رحمہ اللہ الباری میں ہے کہ گنبد خضرا کا دیکھنا ثواب ہے جیسے کعبہ معظمہ کو دیکھنے سے ثواب ملتا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:

وليغتنم ايام مقامه بالمدينة المشرفة فيحرص على ملازمة المسجد وادامة النظر الى الحجرة الشريفة ان تيسر او القبة المنيفة

ان تعسر مع المهابة والخضوع والخشية والخشوع ظاهراً وباطناً فانه عبادة كالنظر الى الكعبة الشريفة.

(المسلک المقسط شرح منسک موسط مع ارشاد الساری، فصل ولیغتنم ایام مقامه، صفحہ ۳۴۱، دار الکتب العربی بیروت)

مدینہ طیبہ میں گزرنے والے دنوں کو غنیمت جانے، اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہو سکے تو مزار اقدس کے حجرۂ مقدسہ ورنہ اس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے خوف وادب وخشوع وخضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ ہی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ پر نظر۔

فائدہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار حجرۂ عائشہ مع شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے پھر اس حجرۂ اقدس کو تعمیرات جدیدہ سے صحابۂ کرام سے لے کر تا حال مضبوط و مستحکم کیا گیا۔ مطلقاً حرمت کا فتویٰ صادر فرمانے والے ملاحظہ فرمائیں

تعمیرات کی اجمالی فہرست:

شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا:

امیر المومنین عمر درمسجد زیادت کرد حجرہ را از خشت خام بناکردو.

جب امیر المومنین حضرت عمر نے مسجد میں اضافہ کیا تو حجرہ کی عمارت کچی اینٹوں کی بنادی۔

عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید بن عبدالملک آں راهدم کردو بحجاره منقوشه برآوردو برظاهر آں حظیره دیگر بناکرد.

عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کے حکم سے اسے منہدم کرکے منقش پتھروں سے بنایا اور اس کے بیرونی حصے پر ایک اور حظیرہ (احاطہ) بنایا۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب، باب هفتم دربیان تغیرات و زیادات که بعداز رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ ۱۰۸، نولکشور لکھنؤ)

در سنه ثان وسبعين دستمائه دردولت قلاؤن صالحی قبۂ خضرا که بالائے حظیره شریفه است بلند تراز سقف مسجد بطرزیکه الآں موجود ست باشباك نحاس نبافرمودند.

(جذب القلوب الی دیار المحبوب، باب هفتم دربیان تغیرات وزیادات که بعداز رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ ۱۱۰، نولکشور لکھنؤ)

۶۷۸ ہجری میں قلاؤن صالحی نے تانبے کی جالیوں کے ساتھ قبہ خضرا بنوایا، جو حظیرہ شریفہ مسجد کی چھت سے بلند ہے اور اب تک اسی طرح سے موجود ہے۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

لما مات الحسن بن الحسن ضربت امرأته على قبره فسطاطا.

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الجنائز باب ما یکره من اتخاذ المساجد علی القبور، جلد ۱۲، صفحہ ۴۳۹)

جب حسن بن حسن کا وصال ہوا تو ان کی زوجہ نے ان کی قبر پر خیمہ نصب کیا۔

سوال) بحث تو چل رہی ہے کہ بناء علی القبر کی اور تم نے حوالہ دے دیا خیمہ نصب کرنے کا یہ استدلال کیسا؟

جواب) خیمہ بر قبر نصب کرنا بھی بناء علی القبر کے قبیل سے ہے۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:

يحتمل وجهين أحدهما البناء على القبر بالحجارة وما يجرى مجراها والآخران يضرب عليها خباء.

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، جلد ۵، صفحہ ۴۴۰)

بناء دو طرح کی ہوتی ہے ایک یہ کہ پتھر سے قبر پر بنا کی جائے، دوسرے یہ کہ (قبر پر) خیمہ نصب کیا جائے۔

ضرب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه علی قبر زینب بنت جحش وطربه

محمد بن الحنفية على قبر ابن عباس وضربت عائشة على قبر أخيها.

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الجنائز باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، جلد ۱۲، صفحہ ۴۳۸)

یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زینب کی قبر پر اور محمد بن حنیفہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کی قبر پر خیمہ نصب کرتے تھے۔

فائدہ} جم غفیر صحابہ کے سامنے یہ عمل ہوا۔ اُن میں سے یہ کہنے کے لیے کوئی نہیں اُٹھا کہ یہ بنا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے خلاف ہے، نہ کی جائے۔ اُم المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر خیمہ نصب کرتی ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فعل اس مطلب کے صحیح ہونے پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصدیق کی مہر لگاتا ہے۔

سوال} حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جلیل القدر صحابی ہیں، ان سے بناء بر قبر کی ممانعت منقول ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل چاہیے؟

جواب} اس کا جواب ہم از خود بتائیں تو منکرین نہ مانیں گے، اسی لیے ہم بجائے اپنی طرف سے جواب دینے کے ایک محدث کی زبانی عرض کرتے ہیں:

محدث ابن منیر فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خیمہ کو اس لیے پسند نہیں کرتے کہ لوگ یہ خیال نہ کرنے لگیں کہ مردوں کے فائدہ کے لیے ایسے خیمے نصب کرنے چاہیے اور پھر وہاں بیٹھ کر دنیا کی بات چیت کیا کریں۔

محدث ابن منیر کے الفاظ سن لیے جائیں:

أراد البخاري أن الذي ينفع أصحاب القبور هي الأعمال الصالحة وأن علو البناء والجلوس عليه وغير ذلك لا يضر بصورته وإنما يضر بمعناه إذا تكلم القاعدون عليه.

(فتح الباری ابن حجر، باب الجریدۃ علی القبر، جلد ۳، صفحہ ۲۲۳)

بخاری کی غرض اس حدیث کو لانے سے یہ ہے کہ مُردوں کو جو فائدہ دیتا ہے وہ عمل نیک ہے (یعنی مُردوں کو خیمہ نصب کرنے سے کوئی راحت و آرام اور نفع نہیں ہے جیسا کہ زندوں کو دھوپ اور بارش سے حفاظت حاصل ہوتی ہے اور وہ خیموں سے نفع حاصل کرتے ہیں) اور (دوسرے) بڑی عمارت بناء کرنی اپنی صورت میں مضر نہیں بلکہ اپنے معنی میں مضر ہو سکتی ہے یعنی وہاں لوگ دنیوی باتیں کرنے لگیں۔

کسی محدث نے یہ نہیں کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف کیا تھا، اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیمہ نصب کرنے کو منع کیا۔ اس کی وجہ وہی ہے جو محدث ابن منیر نے بیان کی پس اس منع کا کوئی اثر نہی بناء کے لیے نہیں ہے۔

قد أباح السلف البناء على قبر المشائخ والعلماء المشهورين ليزورهم الناس ويستريحوا بالجلوس فيه.

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، جلد ۵، صفحہ ۴۴۰)

بیشک ائمۂ سلف صالحین نے مشائخ و علمائے کرام کے مزارات طیبہ پر عمارت بنانا مباح قرار دیا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں راحت پائیں۔

ابن رشید ایک بڑے علامہ فرماتے ہیں، جسے ابن حجر عسقلانی نے حدیث "قال عثمان بن حكيم أخذ بيدي الخ" کے تحت میں نقل کیا ہے:

أن ضرب الفسطاط إن كان لغرض صحيح كالتستر من الشمس مثلا للحي لا لإظلال الميت فقد جاز وكأنه يقول إذا أعلى القبر لغرض صحيح. (فتح الباری ابن حجر، باب الجریدۃ علی القبر، جلد ۳، صفحہ ۲۲۳)

خیمہ نصب کرنا اگر غرض صحیح کے لیے ہو جیسے کہ زندوں کے لیے دھوپ سے بچنے کا سایہ مہیا کرنا نہ کہ صرف اس غرض سے (ہو) کہ مردہ پر سایہ ہو تو یہ جائز ہے۔

حضرت سیدی عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب کشف النور عن اصحاب القبور میں فرماتے ہیں، جسے صاحب روح البیان نے نقل کیا:

أن البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمى سنة فبناء القباب على قبور العلماء والأولياء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثياب على قبورهم أمر جائز إذا كان القصد بذلك التعظيم في أعين العامة.

(تفسیر روح البیان، سورۃ التوبۃ، جلد ۳، صفحہ ۴۰۲)

بدعت حسنہ جو مقصود شرع کے موافق ہو وہ سنت ہے پس قبے بنانا اولیا وصلحا کی قبر پر اور پردے ڈالنے اور عمامہ رکھنا اور غلاف چڑھانا جائز ہے کیونکہ ان سے (غرض) لوگوں کی نظر میں ان کی عزت قائم کرنی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

وَقِيلَ لَا يُكْرَهُ الْبِنَاءُ إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ مِنَ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَالسَّادَاتِ.

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب مطلب فی دفن المیت، جلد ۲، صفحہ ۲۸۰)

بعض نے کہا کہ بناء مکروہ نہیں ہے جبکہ میت مشائخ سے اور علما اور سادات سے ہو۔

خلاصہ) مخالفین کے سوالات کا جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ جن قبور کو برابر کر دینے کا حکم فرمایا گیا وہ مشرکین وغیرہ کی قبور تھیں نہ کہ اہلِ اسلام کی۔ اس لیے کہ زمانہ رسالت وعہد صحابہ میں اگر کسی کے مقابر پر تصاویر ہوتی تھیں تو مشرکین ہی کی تھیں، جس کا بیان خود احادیث میں ہے۔ مسلمانوں خصوصاً بزرگانِ دین کے مقابر ومزارات پر بحمداللہ آج بھی کوئی ایسی تصاویر نہیں ہوتی۔

ہمارے دعویٰ مذکور کی دلیل احادیثِ صحیحہ سے ہے کہ بالشت سے بڑی قبور اہل اسلام کی عام تھیں، مثلاً

أنه صلى الله عليه وسلم رفع قبر ابنه إبراهيم شبرا وطينه بطين أحمر.

(حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی حملها و دفنها، صفحہ ۴۰۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم کی قبر ایک بالشت کے برابر کی اور اسے سرخ مٹی سے کہگل فرمائی۔

فائدہ) افسوس کہ مجدیوں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مذکور کو مسمار کر دیا ورنہ ہم مشاہدہ کراتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ کی قبر کس طرح تیار فرمائی۔

حرفِ آخر) یہ ہے حنفیوں کا مذہب کہ وہ بناء کو جائز کہتے ہیں۔ اس لیے کہ مدفن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفا حجرۂ عائشہ میں مدفون ہوئے اور اس طرح اسلام میں صحابہ کے پورے اجماع کے ساتھ اوّل قبہ قائم ہوا۔ اس لیے کہ حدیث سے بناء قبر کی ممانعت ثابت نہیں ہے اور جو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں ان کا مطلب وہ ہے جو ہمارے اکابرین نے سمجھا، نہ وہ جو آپ ہمیں سمجھایا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ مقابر بزرگوں کے ساتھ محبت وارادت ظاہر کرنے کے واسطے ہیں اور اس غرض سے کہ ان کی منزلت اور توقیر لوگوں کی نظر میں قائم ہو اور لوگوں کو ان کی محبت کا نفع پہنچے۔ اس لیے ہمارے بیشمار علما اور لاتعداد اولیاء اللہ کا یہی مسلک ومذہب ہے۔ اس لیے ہمارے فقہا بھی ہمیں اس کی اجازت دیتے ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے فقیر کی تصنیف "قبہ جات بر مزارات (مزارات پر گنبد بنانا)" کا مطالعہ فرمائیں۔

☆☆☆☆☆☆